اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

جناب الحاج قاری محمد بشیر الدین صاحب پنڈت، ایم اے علیگ شاہجہانپور

(۱)

۲۲ر فروری ۱۷۹۹ سے ایک مہینہ پیشتر ہی جبکہ حضرت ٹیپو سلطان شہید کے خلاف اعلانِ جنگ کیا گیا' لارڈ ولزلی نے مدراس کے گورنر جنرل ہیرس کو لکھا "مجھے یقینی طور پر معلوم ہے کہ سلطان کے امراء ووزراء اور باجگذار سلطان کے خلاف ہمارے سایہ میں آنے کے خواہاں ہیں" اس سے پتہ چلتا ہے کہ انگریزی پروپیگنڈہ کے ساتھ ساتھ کہ جس سے نپولین جیسے فاتح شہنشاہ نے پناہ مانگی تھی' سلطان شہید کے یہ گھر یلو بھیدی سلطنتِ خداداد میسور کے زوال کا اصل سبب ہیں، نمک حرامی و غداری خواہ وہ ہندوؤں میں ہو یا مسلمانوں میں بد ترین گناہ ہے، پائیدار سے پائیدار سلطنت کو یہ گھن کی طرح کھا جاتی ہے۔ اس کو کسی سلطنت کے اسباب زوال میں سطحی و معمولی چیز سمجھنا محلِ نظر ہے، مرحوم و مغفور محمود بنگلوری نے "زوالِ سلطنتِ خداداد کے اسباب" میں صفحہ ۳۹۷ پر اس کو کوئی خاص اہمیت نہیں دی، حالانکہ اُمراء ووزراءِ سلطنت کی غداری ہی سلطنتِ خداداد میسور کے زوال کا اصل باعث تھی، بلاشبہ زوالِ سلطنت کے دیگر وجوہ جن کو نہایت شرح و بسط کے ساتھ فاضل مصنّف نے گنایا ہے اپنی جگہ پر نہایت اہم ہیں لیکن اُن سے صرفِ نظر کرتے ہوئے اس وقت صرف اسی ایک وجہ پر غور کرنا ہے۔

غدّاری کے جراثیم یا تو پہلے سے موجود ہوتے ہیں یا ایک حریف سلطنت انھیں پیدا کرتی ہے اور اس طرح اپنے دشمن کو زک پہونچاتی ہے۔ سلطنتِ خداداد کے زوال میں غداری کے یہ دونوں پہلو موجود تھے، سلطان شہید کے ہندو و مسلم امراء و وزراء میں پورنیا، کرشنا راؤ، نرمل راؤ، میر صادق،

میر غلام علی (لنگڑا)[۱] میر معین الدین، میر قمر الدین، میر قاسم علی، بدر الزماں خاں نائطہ[۲] وغیرہم مشہور ہیں، ان میں سے

[۱] میر غلام علی (لنگڑا):- پہلی جنگِ میسور میں ارکاٹ کی فتح کے بعد جہاں اور کرناٹکی میر صاحبان نواب حیدر علی کے ملازم ہوئے یہ بھی سلکِ ملازمت میں داخل ہو گیا۔ سلطان شہید کے زمانہ میں ترقی کر کے فوج کا ناظرِ اعلیٰ (انسپکٹر جنرل) بن گیا۔ اس کے بعد امیر البحر اور وزیر بنا۔ یہ حد درجہ طرار اور چست و چالاک تھا۔ اس کی تیز فہمی کی بناء پر اسے سلطان شہید نے ۱۲۰۰ھ میں سلطان ترکی کے دربار میں سفیر بنا کر بھیجا۔ سفارت ناکام رہی۔ واپسی پر اس کے خلاف شکایت ہوئی کہ اس نے بہت سا سامان جو سلطانِ ترکی کی خدمت میں بطور تحائف و ہدایا بھیجا گیا تھا وہ اس نے چھپا لیا ہے اس لئے خانہ تلاشی ہوئی اور مال برآمد ہو گیا۔ اس پر اس کو نظر بند رکھا گیا لیکن بعد کو سلطان نے معاف کر دیا۔ اس توہین کا اس لنگڑے نے جو بدلہ لیا' وہ تاریخ کے صفحات پر تا دیر ثبت رہے گا۔ سلطان شہید کے بعد لارڈ ولزلی نے سلطنتِ خداداد کا آئندہ انتظام کرنے کیلئے جنرل ہیرس کی صدارت میں ایک کمیشن مقرر کیا اس کمیشن کے ارکان کرنل ولزلی، سر باری کلوز اور لفٹننٹ کرنل پیٹرک تھے۔ میر عالم اور سلطان شہید کے چند وزراء کو صرف مشاورت کے لئے شامل کر لیا گیا تھا۔ کمیشن کو یہ طے کرنا تھا کہ سلطنتِ خداداد سلطان شہید کے شہزادوں کو دی جائے یا میسور کے قدیم ہندو خاندان کو واپس کر دی جائے۔ اس موقع پر میر غلام علی لنگڑے نے یہ کہہ کر "افعی کشتن و بچہ اش را نگہداشتن کارِ خردمنداں نیست" سلطان کے شہزادوں کو تخت سے محروم کرا دیا۔

میر غلام علی کو آخری مرتبہ ۱۸۰۹ء میں کرنل پیٹرک نے سرنگا پٹم میں دیکھا تھا اس وقت اس کو تین ہزار طلائی پگوڈا سالانہ پنشن ملتی تھی۔ اس کی قبر سرنگا پٹم میں ۱۹۳۱ء تک زنانہ وضع پر بنی ہوئی تھی، لیکن ۱۹۳۹ء میں اسے مردانہ وضع پر بنا دیا گیا۔ زنانہ وضع پر قبر کی تعمیر غالباً اہانت سے محفوظ رکھنے کے لئے ہوگی (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو تاریخِ سلطنتِ خداداد مؤلفہ محمود بنگلوری صفحات ۳۴۲، ۳۴۴، ۳۸۲ تا ۳۸۵، ۵۴۱ تا ۵۴۹ نیز ۵۸۴)

[۲] بدر الزماں خاں نائطہ:- اہلِ نوائط کا دکن و مدراس میں بیحد اثر و رسوخ ہے۔ بقول ابن بطوطہ سلاطینِ دہلی کی علم دوستی و غریب پروری کی شہرت سن کر ایران، عراق و عرب سے بہت سے لوگ ہندوستان چلے آئے۔ سلاطین نے ان کے ساتھ مراعات برتیں اور سلطنت کے تمام مذہبی عہدے قاضی و محتسب وغیرہ انھیں تفویض کئے، اس طرح اہلِ نوائط کی تمام لوگوں پر ایک طرح کی مذہبی سیادت قائم ہو گئی اور وہ اپنے کو عام مسلمانوں سے بلند و برتر سمجھنے لگے۔

(باقی بر صفحہ آئندہ)

کچھ تو اپنے ذاتی اغراض ومقاصد کی بنا پر سلطان سے منحرف ہو گئے۔ اور کچھ بالخصوص میر صاحبان سلطان کی

(بقیہ صفحہ گذشتہ) شادی و بیاہ کے سلسلہ میں بالخصوص ان کی یہ جاہلانہ عصبیت نقطۂ عروج پر پہونچ گئی۔ انھیں اپنی شرافت اور حسب ونسب پر حد درجہ غرور تھا، ان کی اس جاہلانہ عصبیت نے سلطنتِ خداداد میسور کے وجود کو مٹا کر دم لیا اور وہ اس طرح کہ جب ۱۷۷۴ء میں سلطان حیدر علی نے شہزادہ ابوالفتح فتح علی سلطان ٹیپو شہید کا عقد امام صاحب بخشی نائطہ کی لڑکی سے کیا تو اہلِ نوائطہ نے اس کو اپنی توہین سمجھا اور اسی وقت سے انتقام کے لئے انگریزوں سے سازشیں شروع کر دیں۔

دس سال کے بعد ٹیپو سلطان شہید نے اپنے نسبتی برادر برہان الدین بن لالہ میاں کی شادی نواب بدر الزماں نائطہ (گورنر حیدر نگر) کی دختر سے کرنا چاہی تو اہلِ نوائطہ کی برہمی اور زائد بڑھ گئی، کہا جاتا ہے کہ شادی کی شب میں لڑکی نے کنوئیں میں گر کر خودکشی کر لی۔ یہی وہ کدورت تھی کہ جس کی وجہ سے سادات اور نائطہ سلطان شہید کے خلاف ہو کر سلطنتِ خداداد کے زوال کا باعث ہوئے۔ (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو "تاریخِ سلطنتِ خداداد ص۱۲۵ و ص۲۱۶)

کرمانی لکھتا ہے کہ اسی جذبۂ انتقام کی وجہ سے میسور کی تیسری جنگ میں جب انگریزوں نے سرنگاپٹم کا محاصرہ کر لیا تو مہدی علی نائطہ نے عیدگاہ کا مورچہ غداری کر کے انگریزوں کے حوالے کر دیا اور میسور کی چوتھی جنگ میں جب سلطان نے چتلدرگ جانا چاہا تو بدر الزماں نے ان کو وہاں جانے سے روک دیا۔ (ایضاً ص۳) یہی وجہ ہے کہ میسور کے مسلمان سلطنتِ خداداد کی تباہی کا ذمہ دار اہلِ نوائطہ کو گردانتے ہیں (ایضاً ص۳۸۶)

اسی جاہلانہ عصبیت نے دو مسلم ریاستوں کے اتحاد میں رکاوٹ ڈالی، سلطان شہید نے ۱۲۰۰ھ مطابق ۱۷۸۴ عیسوی میں اتمامِ حجت نیز آپس میں یکجہتی و اتفاق پیدا کرنے کے خیال سے محمد غیاث الدین کو ایلچی بنا کر حیدرآباد بھیجا یہ وہ موقع تھا جبکہ مرہٹوں اور نظام کی متحدہ فوجوں نے سلطنتِ خداداد میں ہلچل مچا رکھی تھی۔ سلطان نے نظام حیدرآباد کو لکھا "اس (دشمنی) کا بڑا سبب انگریزوں کی عقلمندی ہے جو ...... نظام کو مرہٹوں سے متفق کر کے میرے خلاف فوج کشی پر ابھارتے ہیں اب اگر کوئی تدبیر میرے اور نظام کے اتفاق و یکجہتی کی ہو سکتی ہے تو وہ یہ ہے کہ میرے خاندان کی لڑکیاں نظام کے بیٹوں اور بھتیجوں کو اور نظام کے خاندان کی لڑکیاں میرے بیٹوں و بھتیجوں کو بیاہی جائیں تاکہ طرفین سے ابواب یگانگت کشادہ ہو جائیں، اور سب کو ان دونوں اسلامی طاقتوں کے متحد ہو جانے کا علم و یقین ہو جائے" (نشانِ حیدری بحوالہ کارنامۂ حیدری ص۵۸ تا ص۶۰، تاریخ سلطنتِ خداداد میسور ص۲۲۰)

(باقی بر صفحۂ آئندہ)

مذہبی اصلاحات[۳] سے برگشتہ ہو گئے، انگریزوں نے اس سے فائدہ اٹھایا اور سیم وزر کی بارش نیز مستقبل کے شاندار وعدوں کے ذریعہ ان کو اپنی طرف مائل کر لیا۔ ادھر سلطان کے خلاف انگریزوں کا بے پناہ پروپیگنڈہ اپنا کام کر رہا تھا۔

(بقیہ صفحہ گذشتہ) دونوں مملکتوں کی استقامت وفلاح وبہبود کے لئے یہ کتنی بہتر تدبیر تھی جس کو یہ کہہ کر ٹھکرا دیا گیا کہ "اعلیٰ حضرت نظام کا درجہ ایک ناٹک کے فرزند سے قرابت کا نہیں ہو سکتا۔" سیاسی اعتبار سے تو یہ نظام کی کھلی ہوئی غلطی تھی جو یگانگت کے اس زرین موقع کو ہاتھ سے کھو دیا ورنہ دکن کی تاریخ دوسرے الفاظ میں لکھی جاتی۔ فقہی وشرعی اعتبار سے بھی اس کو سماجی بت پرستی کے علاوہ اور کیا سمجھا جائے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مذہبی بت پرستی کے ساتھ ساتھ اس سماجی بُت پرستی کو بھی بیخ وبن سے اُکھاڑنے کی بھرپور کوشش کی قولاً وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ فرما کر بتایا کہ نفسِ انسانیت معیارِ شرافت ہے اس کو کلکم بنو آدم وآدم من تراب فرما کر اور دو آتشہ بنا دیا۔ ایک مرتبہ آنحضورؐ سے سوال کیا گیا مَنْ اَكْرَمُ النَّاسِ - ارشاد فرمایا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ اس جواب سے تشفی نہیں ہوئی اس لئے کہ سوال کا مقصد دوسرا تھا۔ دوبارہ پھر یہی سوال کیا گیا تو فرمایا الکریم ابن الکریم ابن الکریم ابن الکریم اس کی وضاحت کرتے ہوئے بتایا کہ تم میں شریف وہ ہے جس کی کئی پشتیں نبوت میں گذری ہوں جیسے یوسف بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم صلوٰۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین - اس جواب سے بھی جب اطمینان نہ ہو سکا تو حضور نے پوچھا فعن معادن العرب تسألونی کیا عرب کے خاندانوں کے متعلق پوچھ رہے ہو؟ صحابہ نے عرض کیا حضور! ہمارا یہی مقصد تھا۔ اس کے جواب میں جو کچھ ارشاد فرمایا اس پر سوشلزم اور کمیونزم کی تبلیغ کرنے والوں کو ضرور غور کرنا چاہیے جو سماج میں بڑوں کا درجہ گھٹا کر اور چھوٹوں کو ابھار کر مساوات قائم کرنا چاہتے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا "خیارکم فی الجاھلیۃ خیارکم فی الاسلام اذا فقھوا فی الدین" یعنی "تم میں قبل اسلام دورِ جاہلیت میں جو اونچے درجہ میں تھا، وہ اسلام کے بعد بھی ویسا ہی اونچا رہے گا بشرطیکہ دین کی سمجھ حاصل کرلے (بالفاظِ دیگر متقی وپرہیزگار ودین دار بن جائے)" رہی شعوب وقبائل کی تقسیم وہ صرف مسلوک ہونے میں آسانی پیدا کرنے کی غرض سے ہے۔ ظاہر ہے کہ یک جدی ہونے کی بناء پر مسلوک ہونے میں آسانی رہتی ہے بخلاف اس کے کہ پورے شہر یا محلّہ کے ساتھ یکساں سلوک کیا جائے اس میں دشواری کا سامنا ہوتا ہے، بہرحال آنحضورؐ نے جس طرح قولاً سماجی بُت پرستی کے خلاف جہاد کیا اس کو عملاً بھی کر کے دکھایا تاکہ دوسرے اس کی تقلید کریں۔ غزوہ خندق کے موقع پر سلمان منّا اھل البیت کا عملی نمونہ دکھایا (باقی برصفحہ آئندہ)

جس کی انجام دہی کے لئے لارڈ ولزلی نے کرنل کلوز، کرنل ولزلی، لفٹننٹ کرنل آگینو، کیپٹن مالکم، اور کیپٹن مکالے کو مقرر کر رکھا تھا، نتیجہ ظاہر ہے، سلطان کے نمک حرام عہدیدار یہ چاہتے تھے کہ ٹیپو سلطان سے سلطنت نکل جائے اور وہ جنگ میں

(بقیہ صفحہ گذشتہ) اور حضرتِ زیدؓ و زینبؓ کو ایک سلسلہ میں منسلک کرنا تو تاریخ کا ایک کھلا ہوا باب ہے۔ جن کے لئے کلام پاک میں ولما قضیٰ زیدٌ منھا وترا الخ کی آیۃ نازل ہوئی۔ اسی تعلیم کا یہ نتیجہ تھا کہ حضرتِ بلالؓ نے جب اپنی شادی کے لئے ارادہ ظاہر فرمایا تو وہ قریشی عرب جو غیر قریشی کو جانوروں سے بھی بدتر سمجھتے تھے آرزومند تھے کہ حضرتِ بلالؓ کو اپنا داماد بنانے کا شرف انہیں حاصل ہو اس لئے کہ ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم کی کسوٹی پر وہ پورے اُترتے تھے۔

۳۔ مذہبی اصلاحات :- میسور کی طرف مسلمانانِ دکن ۱۶۸۶ء یعنی فتح بیجاپور کے بعد منتقل ہوئے، دکن میں وہ چار سو سال تک حکمراں رہے تھے اس عرصہ میں مرہٹوں کے میل جول سے ان کے اندر بہت سی مشرکانہ رسوم گھر کر چکی تھیں، فرشتہ لکھتا ہے کہ جب عادل شاہ کے لڑکوں کے ختنے ہوئے تو دکنی رسم و رواج کے مطابق لڑکوں کو سرخ لباس پہنائے گئے اُن کے گلوں میں پھولوں کے ہار اور سر پر سہرا تھا۔ باجے گاجے کے ساتھ رات میں گشت نکالا گیا۔ تمام راستے آتش بازی چھوڑی گئی اور طوائفوں کا ناچ ہوتا گیا۔ بلحاظِ عقیدہ دکن کی سلطنتیں شیعہ تھیں انھوں نے محرم کو بہت رواج دیا۔ مسجدوں کے مقابلہ میں عاشور خانوں کو اہمیت دی گئی۔ آج بھی اننت پور، بلاری، کڈاپہ، میسور، کورگ اور ہبلی وغیرہ ضلعوں میں دیہات و قصبات کے اندر مسجدیں مشکل سے ملیں گی لیکن عاشور خانے ضرور ہوں گے۔ حکومتِ وقت کی تقلید میں مرہٹے اور ہندو بھی محرم کی رسومات میں شریک ہونے لگے۔ اس طرح ہولی اور دسہرہ کی بہت سی رسومات محرم میں شامل ہوگئیں۔ اگر اورنگ زیب علیہ الرحمۃ کے بعد حکومتِ مغلیہ کو استقلال نصیب ہوتا تو ممکن تھا کہ کچھ اصلاح ہو جاتی لیکن مرکزی حکومت میں بجائے استقلال کے انتشار پیدا ہو گیا۔ اس افراتفری کے عالم میں مذہبی اصلاح خواب و خیال بن کر رہ گئی اور مسلمان مذہب سے دن بدن دور ہوتے چلے گئے۔

طوائف الملوکی کے اس دور میں ٹیپو سلطان نے اصلاح کی طرف توجہ دی (۱) انھوں نے منشیات کا استعمال ممنوع قرار دیا۔ (۲) مذہبی نگرانی کے لئے ہر قریہ اور قصبہ میں قاضی مقرر کئے (۳) خطباتِ جمعہ کو از سرِ نو ترتیب دے کر جہاد پر زور دیا۔ (۴) کتاب المجاہدین (فتح المجاہدین) کا پہلا باب از صلہ تا صفحہ ۵۵ جو عقائد، نماز، جہاد اور تقسیم وراثت وغیرہ پر مشتمل ہے نقل کرا کر ہزاروں کی تعداد میں تقسیم کرایا۔ (۵) شیعہ و سادات جن کا پیشہ پیری مریدی تھا انھیں تجارت کی ترغیب دی۔ (۶) محرم کی بدعات کو جیسے شیر، ریچھ، بندر وغیرہ کا سوانگ بھرنا قانوناً ممنوع قرار دیا۔ (باقی بر صفحۂ آئندہ)

کام آجائیں، چنانچہ قلعہ سرنگاپٹم پر قبضہ ہونے تک بھی ان کو صحیح خبریں نہیں پہونچائی گئیں اور وہ مقابلہ سے پہلو تہی کرتے رہے۔

سلطان شہید سے نبرد آزمائی کے لئے لارڈ ولزلی ۸ / نومبر ۱۷۹۸ء تک اپنی تمام تجاویز مکمل کر چکا تھا اسلئے کہ اس نے جو خط اس تاریخ کو بھیجا ہے اس کا لب ولہجہ اس کے ارادوں کی غمازی کر رہا ہے۔ اس نے لکھا " یہ ناممکن ہے کہ مجھے فرانس والوں سے آپ کی خط وکتابت کا حال معلوم[۲] نہ ہو۔ تحقیقِ حالات کے لئے میجر ڈوٹن کو روانہ کیا جارہا ہے، اس کو

(بقیہ صفحۂ گذشتہ) مسلمانوں کی مشرکانہ ذہنیت کا اندازہ لگانے کے لئے کارنوالس کے میر منشی حمید خاں کا وہ بیان پڑھئے جو کارنامۂ حیدری کے صفحات ۸۳۰ تا ۸۳۲ پر درج ہے۔ لکھا ہے " لارڈ کارنوالس نے (تیسری جنگِ میسور کے بعد) سرنگاپٹم سے واپسی میں ۳۱ / اگست تا ۹ / ستمبر ۱۷۹۲ء موضع اکرار میں قیام کیا۔ یہ قیام عشرۂ محرم کے احترام میں تھا۔ ہندوستان کے سب سپاہی محرم کی دس تاریخ تک بالکل بے لحاظ ہوکر اول فول بکتے اور عوام الناس عشرہ کے دنوں میں روپ اور بھیس بدلکر سوانگ بھرتے ہیں۔ تعزیہ اور علم بناکر دنگل وغیرہ قائم کرتے ہیں۔ اس قسم کی بہت سی رسومات سلطنتِ خداداد میں ممنوع تھیں۔ لارڈ صاحب نے حکم دیا کہ سوانگ بھرنے والے خیمہ پر سے گزریں کہ لارڈ صاحب کو ان کے دیکھنے کا شوق ہے اور وہ اس کو اپنی سعادت سمجھتے ہیں۔ ساتویں محرم سے دسویں محرم تک علم اور تعزیئے اٹھے اور لوگ قسم قسم کے سوانگ بھر کر آئے۔ لارڈ صاحب خیمہ کے باہر کرسی پر رونق افروز تھے۔ جب کبھی علم یا تعزیہ آتا تو اٹھ کر تعظیم بجالاتے اور ادب سے دو تین قدم پیچھے ہٹ جاتے اور رخصتی کے وقت اپنے سکریٹری چری صاحب کی معرفت چاندی کے طبق میں روپیہ رکھ کر نذر گذارتے۔ تین دن تک یہی سلسلہ جاری رہا۔ یہ خبر اطراف واکناف میں پھیل گئی تو لوگوں میں مشہور ہوا کہ انگریزی قوم جس کو اب تک کافر کہا جاتا تھا حسنِ سلوک اور اعتقاد میں مسلمان بادشاہوں سے اچھی ہے "

جب یہ صورتِ حال مشرکانہ ذہنیت کی تھی تو اگر پیر صاحبان سلطان شہید کے دشمن بن گئے تو اس میں تعجب کی بات کیا ہے

(۷) اس کے علاوہ اس نے مسئلۂ کفو کو اس کے اصلی رنگ میں پیش کرکے اہلِ نوائط و سادات کو اپنا دشمن بنالیا۔ حیدر آباد کے نظام علیخاں کو اس کا جذبۂ اخوت و مساوات کانٹے کی طرح کھٹکنے لگا۔ پروفیسر جادو ناتھ سرکار کی یہ رائے بالکل صحیح ہے۔ کہ " ٹیپو سلطان اپنے زمانہ سے بہت پہلے پیدا ہوچکا تھا " لوگ اس کی مذہبی اصلاحات کی اہمیت کو نہیں سمجھ سکے۔

(تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو تاریخ سلطنت خداداد میسور ص۳۰۳ تا ص۳۰۴)

[۲] ایسٹ انڈیا کمپنی کو ہندوستان سے نکالنے کے لئے نواب حیدر علی اور ٹیپو سلطان نے کیا کچھ نہیں کیا لیکن مرہٹے اور نظام بار بار

(باقی بر صفحۂ آئندہ)

یہ بھی ہدایت کردی گئی ہے کہ کمپنی کے تحفظ کے لئے سلطان سے جو علاقہ چاہے اس کا مطالبہ کرے"۔[۵] اس کے ساتھ ہی ساتھ اس نے تمام بری و بحری فوجوں کو تیار رہنے کا حکم بھیجدیا۔ ولزلی کو مذکورہ بالا خط کا جواب ۳۱ دسمبر ۱۷۹۸ء کو ملا جبکہ وہ

(بقیہ صفحہ گذشتہ) اُن کے ارادوں میں مزاحم ہوتے رہے، ٹیپو سلطان نے خاص طور سے ہندوستان کے تمام رئیسوں کو آزادی کا واسطہ دے دے کر کمپنی کے خلاف صف آرا کرنا چاہا۔ اس کے ایلچی ہر ریاست میں پہونچے، اس کے خطوط جے پور۔ جودھپور اور نیپال و کشمیر جیسی دور دراز ریاستوں میں پائے گئے (ملاحظہ ہو تاریخ سلطنتِ خداداد ص۳۷۵ بحوالہ ماڈرن میسور) لیکن کسی نے توجہ نہیں کی، اس لئے اب اس کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں تھا کہ وہ اپنے حلیف بنانے کے لئے بیرون ہند نظر ڈالے، اس سلسلہ میں اس نے متعدد سفارتیں ترکی، ایران، افغانستان اور فرانس روانہ کیں، ان کا جو حشر ہوا اور جو نتیجہ نکلا اس کو دیکھتے ہوئے انگریزوں کی سیاست کا قائل ہونا پڑتا ہے، انھوں نے افغانستان و ایران کو شیعہ سنی فسادات کا جھوٹا افسانہ گڑھ کر آپس میں لڑا دیا پھر سلطان کو مدد کون دیتا۔ خلیفۃ المسلمین پر انگریزی سفیر چھایا ہوا تھا اس لئے قسطنطنیہ سے مدد کیسے ملتی، اب رہ گئے فرانسیسی جو انگریزوں کے خلاف صف آرا تھے ان سے پوری مدد مل سکتی تھی اسی امید پر سلطان شہید نے براہِ راست پیرس کو ایلچی روانہ کئے، یہ تیسری جنگِ میسور سے پہلے کی بات ہے۔ تیسری جنگِ میسور کے بعد ایک سفارت ۱۹ر جولائی ۱۷۹۸ء کو حسین علی اور شیخ ابراہیم کی سرکردگی میں مارشس روانہ کی۔ وہاں کے جنرل ملارٹی نے سلطان کے خطوط پیرس روانہ کئے اور مرکزی حکومت کو توجہ دلائی لیکن یہ خطوط پیرس نہیں پہونچ سکے اس لئے کہ سفارتی جہاز کو انگریزوں نے راستہ میں تباہ کردیا۔ لیکن سلطان بددل نہیں ہوا، تیسری بار پھر پیرس کی مرکزی حکومت کو توجہ دلائی گئی، اس مرتبہ اس کو نپولین کی طرف سے ہمت افزا جواب ملا۔ (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو تاریخ سلطنتِ خداداد ص۴۰۷ تا ص۴۱۷) بہرحال فرانس والوں سے اس تمام خط و کتابت کا علم کمپنی کو سلطان ہی کے غدار اُمراء و وزراء سے ہوا۔ ۲۹ر نومبر ۱۷۹۸ء کو مدراس کے گورنر نے لارڈ ولزلی کو میسور کی عمر رسیدہ رانی کی ایک تحریر روانہ کی جو اس نے اپنے ایجنٹ ترمل راؤ کو بھیجی تھی، ترمل راؤ کے تعلقات اُن تمام لوگوں سے تھے جو سلطان کے مقرب بارگاہ تھے، یہ تحریر ۱۷۹۶ء میں بھیجی گئی تھی۔ رانی نے لکھا تھا "گورنر اور انگریزوں سے عرض کیجئے کہ اگرچہ وہ ہماری پرواہ نہ کرتے ہوں تو نہ کریں لیکن اپنی حفاظت اور سلامتی کے لئے فرانسیسی امداد آنے سے پہلے یہ ضروری ہے کہ سلطان سے بھگت لیا جائے، اس کے لئے اگر آپ کوشش کریں تو اخراجاتِ جنگ کے طور پر ایک کروڑ پگوڈے (ایک پگوڈا = ۳½ روپیہ) آپ کی نذر کئے جائیں گے۔ ترمل راؤ سے آپ کو تفصیلات معلوم ہوں گی" (باقی بر صفحہ آئندہ)

کلکتہ سے مدراس پہونچ چکا تھا۔ سلطان شہید نے جواب دیا "سلطنتِ خداداد میں ایک ایسی قوم بھی آباد ہے جو بحری تجارت کرتی ہے، اس کا ایک جہاز چاول لے کر ماریشس پہنچا اور واپسی میں ۰ہم باشندے ماریشس کے ملازمت کی غرض سے یہاں آئے ان میں سے دس بارہ کو ملازمت مل گئی باقی لوگ ہنرور نہونے کی وجہ سے واپس ہوگئے ۔۔۔۔۔۔ اِن حالات میں آپ کا یہ لکھنا کہ اتحادی اپنا تحفظ چاہتے ہیں ۔۔۔۔۔ مجھے متحیر کر رہا ہے ۔۔۔۔۔۔ مجھے اُمید ہے کہ آپ درمیان میں کوئی ایسی بات نہ آنے دیں گے جس سے طرفین کے دل خراب ہوں[۶]" اس پر ۹ دن کے بعد ولزلی نے ایک اور خط بھیجا جس میں عہدِ معاونت کی ذلیل شرطیں پیش کی گئی تھیں اور جواب کے لئے صرف ۲۴ گھنٹے کی مہلت دی گئی تھی۔ سلطان کی حمیت ان شرائط کو کیسے قبول کر لیتی۔ اس لئے خط کا جواب دینا ضروری نہیں سمجھا گیا۔ ۳ر فروری ۱۷۹۹ء کو خفیہ طور پر انگریزی فوج نے میسور کی طرف کوچ کیا، اس پر ۱۳ر فروری ۱۷۹۹ء کو سلطان نے ولزلی کو لکھا کہ میجر ڈوبٹن کو گفتگو کرنے کے لئے بھیجا جائے، اس کا ولزلی نے کوئی جواب نہیں دیا اور جواب دینے کی ضرورت ہی کیا تھی اس لئے کہ ؎

بگڑتی ہے جس وقت ظالم کی نیت ٭ نہیں کام آتی دلیل اور حجت

الغرض ۲۲ر فروری ۱۷۹۹ء کو اتحادی فوجیں حدودِ ریاست میں داخل ہوگئیں اور رائی کوٹہ پر قبضہ کرلیا۔ حیدرآباد کی فوجیں میر عالم[۷] کی سرکردگی میں تھیں۔[۸] انگریزی فوج کے جاسوس اور سپاہی بھیس بدل کر ان غداروں کے

(بقیہ صفحہ گذشتہ) اِس خط کے ساتھ رانی نے اس معاہدے کی نقل بھی ملفوف کی تھی جو سلطان اور فرانس والوں کے درمیان ہو رہا تھا۔ (ایضاً ص۱۹۱، ۲۹۲، ۳۷۶ بحوالہ پردھالس آف میسور ص۳۵، ص۳۶)

اِن حالات کو دیکھتے ہوئے اگر یہ کہا جائے کہ جنگ میں انگریزوں کی کامیابی ہتھیار اور فوجوں کی رہینِ منت نہیں بلکہ سلطان کے اُمراء و وزراء کی غداری تھی تو یہ بالکل صحیح ہے۔ ۵ و ۶ :- تاریخ سلطنتِ خداداد میسور ص۲۸۹۔

۷ میر عالم :- یکم نومبر ۱۷۹۸ء کو حیدرآباد کے نواب نظام علیخاں نے مجبور ہو کر "عہدِ معاونت" کو تسلیم کرلیا اس کے ساتھ ہی حیدرآباد کی آزادی و خودمختاری کا خاتمہ ہو گیا۔ میر عالم کا عہدۂ وزارت انگریزوں کا رہینِ منت تھا۔ وہ انگریزوں کے اشاروں پر ناچتا تھا۔ اسی نے کلکتہ جا کر سلطنتِ خداداد میسور کے خلاف انگریزوں کو ابھارا تھا اور جب سلطان ٹیپو کی شہادت کے بعد ان کے فرزندوں اور پسماندوں نے کمپنی سے استدعا کی کہ بغرض پرورش نصف حصۂ ملک اور نصف خزانہ انھیں دیا جائے تو اس کی میر عالم نے بڑے شد و مد کے ساتھ مخالفت کی (ملاحظہ ہو سوانح میر عالم ص۸۹ بحوالہ تاریخ سلطنتِ خداداد ص۳۴۴)

۸ کارنامۂ حیدری ص۹۱۳ و ص۹۱۴۔

مکانوں میں مقیم ہوئے جو اس سازش میں شریک تھے اور یہ قریب قریب سب مسلمان ہی تھے اور یہ تو ابھی تک عام طور پر مشہور ہے کہ شرجا پور (علاقہ بالاپور) اور دیون ھلی والوں نے انگریزوں کو اپنے مکانوں میں چھپا رکھا تھا جس کا معاوضہ آج بھی بعض خاندانوں کو جاگیر کے نام سے مل رہا ہے۔[9] مدراس والی فوجیں جنرل ہیرس کے ماتحت تھیں، ملیبار اور کورگ کے راستہ سے جو فوجیں آرہی تھیں ان کا کمانڈر جنرل اسٹوارٹ تھا۔ انگریزوں کی پیش قدمی جاری تھی لیکن میر صادق[10] اور پورنیا[11] سلطان کو دھوکہ دے رہے تھے کہ انگریزوں کی کیا مجال جو سلطنت کے اندر قدم رکھ سکیں، بہر حال

[9] تاریخ سلطنت خداداد میسور ص۳۷۳۔ [10] میر صادق:- اس کی غداری محتاج تعارف نہیں، پہلے یہ نواب کرناٹک کا ملازم تھا لیکن جب نواب حیدر علی نے ارکاٹ فتح کر لیا تو ان کی ملازمت اختیار کر لی اور اس کو ارکاٹ کا ناظم بنا دیا گیا اس کے بعد ترقی کر کے تیسری جنگ میسور کے بعد سلطان ٹیپو شہید کا چیف سکریٹری اور وزیر بن گیا۔ ۱۷۹۲ء کے بعد جب سلطان شہید نے اصلاحات جاری کیں اور مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ) کی بنیاد ڈالی تو اس کا صدر میر صادق کو بنایا اس نے من مانی کارروائیاں کر کے پارلیمنٹ کو بیکار بنا دیا۔ یہ سلطان شہید کو صحیح خبریں نہیں پہونچنے دیتا تھا۔ ۴ مئی ۱۷۹۹ء کے قیامت خیز معرکہ میں اسی نے انگریزی فوج کو سلطان کی موجودگی سے مطلع کیا اور سلطان کی قلعہ میں واپسی کا راستہ بند کرا دیا لیکن گنجام جاتے ہوئے خود بھی بنگلوری دروازہ پر کتے کی موت مارا گیا (ملاحظہ ہو نشان حیدری ص۷۵۵ تا ۷۶۰ بحوالہ کارنامۂ حیدری نیز تاریخ سلطنت خداداد میسور صفحات ۲۶۶-۲۶۷، ۲۹۰، ۲۹۸، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۳۹، ۳۸۰ وغیرہ)

[11] پورنیا:- غداروں کی جماعت میں پورنیا کی ہوشیاری و ہوشمندی قابل داد ہے۔ اس کی غداری کا سلطان شہید کو آخر وقت تک پتہ نہیں لگ سکا۔ پورنیا ۱۷۴۶ء میں ضلع ترچناپلی کے ایک موضع ترومکبور میں پیدا ہوا تھا، باپ کا نام کرشناچاری اور ماں کا نام لکشمی اماتھا۔ گیارہ سال کی عمر میں والد کا انتقال ہو گیا خاندان انتہائی غریب تھا اس لئے ماں دوسرے لوگوں کے گھروں میں کام کر کے گذارا کرتی تھی۔ چودہ سال کی عمر میں رنگیا نام کے ایک بنیئے کی ملازمت کر لی جس کے تعلقات سرنگاپٹم کے ایک اور بنیئے انند استی سے تھے جو محلات شاہی سے تجارتی لین دین کرتا تھا۔ محلات شاہی کا داروغہ کرشنا راؤ تھا۔ پورنیا نے رنگیا کے توسط سے انند استی کی ملازمت کی اس طرح اس کی پہونچ محلات شاہی تک ہو گئی اور پھر کرشنا راؤ کی سفارش سے سلطان حیدر علی کا سرکاری ملازم ہو گیا اور کمسٹریٹ (ٹرانسپورٹ) کا افسر اعلیٰ بنایا گیا اس کے بعد وزیر مالیات اور دیوان مقرر ہوا۔ اس کو سلطنت کے کل محکموں پر دسترس حاصل تھی۔ ٹیپو سلطان شہید کی نوازشوں سے اس نے اس قدر

(باقی بر صفحہ آئندہ)

جب سلطان کو فوج کشی کی اطلاع ملی تو اس کو سخت حیرت ہوئی کہ ۱۳ر فروری ۱۷۹۹ء کے خط کے جواب کی بجائے حملہ کیوں کیا گیا، پھر بھی اس نے ہمت نہیں ہاری اور ۵ر مارچ ۱۷۹۹ء کو تین دن کے مسلسل کوچ کے بعد پیریا پٹن کے مقام پر جنرل اسٹوارٹ کی فوجوں کو روکا۔[12] سداسیر کے مقام پر جنگ ہوئی اور انگریز ہار گئے۔ انگریزی فوج کا دوسرا حصہ جو پیچھے آرہا تھا اس کو سلطان کی آمد سے راجہ کورگ نے پہلے سے مطلع کردیا۔[13] اس حصہ کی سرکوبی کے لئے سلطان نے میر قمرالدین[14] کو نامزد کیا اور خود مشرقی محاذ پر انگریزوں سے لڑنے کے لئے چن پٹن کی طرف چلا آیا۔ متحدہ فوجیں رائے کوٹہ

(بقیہ صفحہ گذشتہ) ترقی کی کہ صاحب طبل و علم بن گیا لیکن ان نوازشات کا جس طرح اس نے حق ادا کیا وہ رہتی دنیا تک قابلِ نفرت سمجھا جائے گا۔

میسور کی رانی لکشماں نے اپنے ایجنٹ ترمل راؤ کے ذریعہ سلطنتِ خداداد کے خلاف انگریزوں سے جو سازشیں کیں ان میں گمان غالب یہ ہے کہ پورنیا برابر شریک رہا۔ یہی وجہ ہے کہ آٹھویں سازش میں جس میں سرنگاپٹم کا قلعدار کرشنا راؤ بھی شریک تھا۔ جب گرفتار ہوکر قتل کیا گیا تو اس نے بالکل سچ کہا تھا کہ "میں نے جو آگ لگائی ہے وہ سلطان کے بجھائے نہ بجھ سکے گی" غالباً یہ اشارہ پورنیا کی طرف تھا۔ اسی طرح ۱۷۹۶ء میں رانی نے انگریزوں کو اس معاہدے سے مطلع کیا جو سلطان شہید نے بادشاہِ فرانس سے کیا تھا۔ اس میں بھی پورنیا پر شبہ کیا جاتا ہے کہ اسی کے ذریعہ رانی کو معاہدہ کا علم ہوا ہوگا ورنہ دوسرا اور کوئی ذریعہ سمجھ میں نہیں آتا اور پھر عین موقع پر تنخواہ تقسیم کرنے کے بہانے سے فوج کو ہٹا کر کے اپنے پاس بلالینا تو کھلی ہوئی غداری ہے جو ہر قسم کے شبہ سے بالاتر ہے اس کا انعام کمپنی کی طرف سے یہ ملا کہ پورنیا کو ترمل راؤ کے مقابلہ میں رانی کی مخالفت کے باوجود ریاست میسور کا دیوان ذیگماں مقرر کیا گیا۔ اور ملیندور کی جاگیر جس کی سالانہ آمدنی ۳ لاکھ روپیہ تھی انعام میں ملی۔ پورنیا ۱۸۱۱ء تک زندہ رہا۔ اس کی رہائش گاہ سرنگاپٹم میں جانب شرق دریائے کاویری کی جنوبی شاخ کے کنارے تھی۔ آج کل پورنیا باغ کہلاتی ہے۔

پورنیا کے سلسلہ میں ایک بات ضرور قابلِ غور ہے کہ اس کا حشر ان غداروں جیسا نہیں ہوا جو سلطنتِ خداداد کے زوال کے بانی مبانی ہیں۔ میر عالم اور میر قمرالدین کوڑھی ہو کر مرے۔ میر معین الدین کی موت بھی عبرت انگیز ہے۔ صادق کی قبر پر آج بھی اینٹوں، پتھروں اور جوتوں کی بارش ہوتی ہے۔ ترمل راؤ کا انجام بھی قابلِ عبرت ہے۔ بہت سے غدار عمر رسی کے معرکہ میں ختم ہو گئے اور ان کی اولاد نانِ شبینہ کو محتاج ہو گئی۔ بہرحال پورنیا اور صادق کا نام اب بھی میسور میں نفرت کے ساتھ

(باقی برصفحہ آئندہ)

سے نکل کر آنیکل پر قبضہ کرتی ہوئی چن پٹن کی طرف بڑھ رہی تھیں، یہاں پر بھی سازشیوں نے انگریزوں کو پہلے سے آگاہ کر دیا۔ اس لئے جنرل ہیرس راستہ کاٹ کر خان خانہلی پر جا پہنچا۔ یہ دیکھ کر سلطان نے ملولی (گلشن آباد) کی سرحد

(بقیہ صفحہ گذشتہ) لیا جاتا ہے (نشان حیدری ص۸۰۶ تا ص۸۲۱ بحوالہ کارنامۂ حیدری نیز تاریخ سلطنت خدا داد میسور صفحات ۲۹۴، ۲۹۵، ۳۰۷، ۳۴۹، ۳۹۳، ۳۷۴، ۳۷۶، ۳۹۶، ۵۸۴ وغیرہ)

۱۲؎:- کارنامۂ حیدری ص۹۱۵ نیز تاریخ سلطنت خدا داد ص۲۹۴ ۱۳؎ کارنامۂ حیدری ص۹۱۲ نیز تاریخ سلطنت خداداد ص۲۹۴

۱۴؎ میر قمر الدین:- یہ رشتہ میں سلطان شہید کا سوتیلا ممیرا بھائی تھا۔ نواب حیدر علی کے نسبتی برادر میر علی رضا کی ایک حرم کے بطن سے تھا۔ میر علی رضا کی حقیقی بہن نواب حیدر علی کو منسوب تھی۔ جب ۱۷۸۱ء میں محمود بندر کی جنگ میں میر علی رضا نے شہادت پائی تو اس کی جاگیر جو گرم کنڈہ میں تھی سلطنت خداداد میں شامل کر لی گئی، گرم کنڈہ کا قلعہ جنگی نقطۂ نظر سے میسور وبائیں گھاٹ کی کنجی سمجھا جاتا تھا۔ میر قمر الدین کی اس پر شروع ہی سے نظر تھی وہ حقیقتاً میسور کا حکمراں بننا چاہتا تھا۔ نہایت ذی حوصلہ اور تومند نوجوان تھا، اسی جاگیر کی خاطر اس نے حیدر آباد کے نواب نظام علی خاں سے فتح نرکنڈہ کے وقت ۱۷۸۴ء میں ساز باز کی لیکن یہ سازش سلطان ٹیپو کے نسبتی برادر برہان الدین نے پکڑ لی، اس کی وجہ سے میر قمر الدین کو کچھ دنوں نظر بند رہنا پڑا۔ اس کے بخلاف برہان الدین کا اعزاز و مرتبہ بڑھ گیا جو قمر الدین کے لئے حسد کا سبب بن گیا۔

میر قمر الدین سلطانی افواج کا سپہ سالار تھا۔ چوتھی جنگ میسور میں سداسیر کے معرکہ کے بعد جس میں انگریزوں کو سلطان شہید نے ہرا دیا تھا، اسے یہ حکم دیا گیا تھا کہ کورگ کی طرف سے جنرل اسٹوارٹ کی فوج کو سرنگاپٹم کی طرف نہ بڑھنے دے اس کے بخلاف وہ انگریزوں سے مل گیا، اس کا کھلا ہوا ثبوت یہ ہے کہ سرنگاپٹم کے ہنگامہ خیز معرکہ میں وہ اپنی فوج کو لئے ہوئے انگریزی فوج کے عقب میں خیمہ زن رہا اور جب سرنگاپٹم فتح ہو گیا تو دوسرے دن اس نے آکر انگریزوں کی اطاعت قبول کر لی اور ہتھیار ڈال دیئے۔ اس کے بعد انگریزوں کی جو خدمت انجام دی وہ یہ تھی کہ پورنیا کے ساتھ جا کر سلطان شہید کے ایک شاہزادہ فتح حیدر کو غلط وعدہ کر کے یقین دلایا کہ وہ اگر ہتھیار ڈال دے اور انگریزوں سے نبرد آزما نہ ہو تو میسور کا راج اس کو سپرد کر دیا جائے گا۔ شاہزادہ دھوکے میں آ گیا اور ۱۹ مئی کو اس نے بھی آکر اطاعت قبول کر لی، بہر حال اس کی غداری کا صلہ لارڈ ولزلی نے اُسے حسب دلخواہ دیا۔ گرم کنڈہ کی جاگیر جس کی سالانہ آمدنی دو لاکھ روپیہ تھی اس کو دی گئی۔ گرم کنڈہ پہونچ کر ابھی وہ آرام سے بیٹھنے بھی نہیں پایا تھا کہ کڈاپہ کے افغانوں نے جو اس کی غداری سے سخت برافروختہ تھے حملہ کر دیا۔

(باقی بر صفحہ آئندہ)

پر مورچہ بندی کی۔ قریب تھا کہ لڑائی میں متحدین ہار جاتے لیکن میر معین الدین[15] اور پورنیا نے سلطانی سپاہ کو انگریزی توپخانہ

(بقیہ صفحہ گذشتہ) قلعہ و محل پر قبضہ کرکے خوب لوٹا کھسوٹا۔ اس کے بعد ہی وہ مرضِ جذام میں مبتلا ہو گیا۔ اور اسی ناگفتہ بہ حالت میں مر گیا۔ فاعتبروا یا اولی الابصار (ملاحظہ ہو کارنامہ حیدری صفحہ ۸۰ تا صفحہ ۸۲ و صفحہ ۹۱۲ تا صفحہ ۹۲۷ بحوالہ نشانِ حیدری، جارج نامہ دفتر سوم صفحہ ۳۸۷ نیز تاریخ سلطنتِ خداداد صفحات ۲۹۶، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۳۷، ۳۸۸، ۵۸۴ تا ۵۸۸)

[15] میر معین الدین :- یہ کرناٹک کی فوج میں ایک معمولی عہدیدار تھا۔ پہلی جنگِ میسور کے بعد حیدر علی کی فوج میں ملازم ہو گیا اور ترقی کرکے سپہ سالار بن گیا۔ یہ بھی گرم کنڈہ کی جاگیر کا خواہش مند تھا جس کے حاصل کرنے کیلئے اس نے نواب حیدر علی سے غداری کی اور مرہٹوں سے سازش کرکے اس جاگیر کو اپنے نام لکھا لیا لیکن نواب نے چشم پوشی کی، اور اس کو معاف کر دیا۔ یہ تیسری جنگِ میسور میں وفادار رہا۔ جس کی وجہ سے سلطان شہید نے اس کو سپہ سالاری کے عہدہ پر ترقی دی تھی۔ ۱۷۹۵ء میں اس کی دختر خدیجہ زمانی بیگم سے سلطان ٹیپو نے نکاح کیا۔ اس بیگم سے ۱۷۹۷ء میں ایک لڑکا پیدا ہوا۔ لیکن چند ہی روز کے بعد زچہ و بچہ دونوں کا انتقال ہو گیا۔

چوتھی جنگِ میسور میں اس نے گرم کنڈہ کی جاگیر کی خاطر ٹیپو سلطان سے غداری کی اور انگریزوں سے مل گیا۔ انگریزوں کی ڈپلومیسی قابلِ داد ہے انھوں نے بیک وقت میر قمر الدین اور میر معین الدین سے جو گرم کنڈہ کی جاگیر کے خواہش مند تھے الگ الگ وعدے کرکے اپنا الّو سیدھا کیا۔ میر قمر الدین نے غداری کے صلہ میں گرم کنڈہ کی جاگیر پائی۔ میر معین الدین کتے کی موت مارا گیا۔ اس لئے گرم کنڈہ کی آرزو پوری نہ ہو سکی۔

ملوی کے میدانِ جنگ میں میر معین الدین اور پورنیا نے سلطانی فوج کو انگریزی توپ خانے کی زد پر لگا کر سلطان کے ساتھ غداری کی اس کے بعد جب میر قاسم علی نے جنرل ہیرس کی فوج کو علم بیتری کے جنوبی و مغربی گوشہ میں ایک گھنے باغ کی آڑ میں لا کر ٹھہرا دیا تو اس گوشہ کی مدافعت میر معین الدین کے سپرد کی گئی۔ یہ گوشہ قلعہ کمزور تھا جس کا میر قاسم علی کو علم تھا اس لئے کہ وہ قلعدار رہ چکا تھا۔ میر معین الدین نے مدافعت میں پہلو تہی کی بلکہ ہر مئی کو اپنے ماتحت لیکن سلطان کے وفادار سپہ دار سید غفار کو وہاں سے ہٹا کر اور فوج کو تنخواہ لینے کے بہانے سے ہٹا کر کے پورنیا کے پاس بھیج کر انتہائی کمینگی کا ثبوت دیا۔ یہی نہیں بلکہ جھنڈیوں کے اشارات کے ذریعہ انگریزی فوج کو اطلاع دی کہ میدان صاف ہے بے دھڑک چلی آئے اور قلعہ پر قبضہ کر لے۔ اس کے بعد وہ خود بھی وہاں سے ہٹ گیا۔ انگریزی فوج آکر فصیلِ قلعہ پر قابض ہو گئی۔ اس افراتفری کے عالم میں میر معین الدین زخمی ہو گیا۔

(باقی برصفحہ آئندہ)

کی زد پر لگا دیا جس سے سلطانی سپاہ کا بہت نقصان ہوا۔ سلطان نے فوج کی کمان اپنے ہاتھ میں لے کر نہایت بے جگری کے ساتھ مقابلہ کیا لیکن عین معرکۂ جنگ میں اطلاع ملی کہ انگریزی فوج جو جنرل اسٹوارٹ کے ماتحت تھی سرنگاپٹم پہونچ کر حملہ کی تیاریاں کر رہی ہے، اس خبر کو سنتے ہی وہ پلٹ پڑا اور سرنگاپٹم پہونچ گیا۔ پیچھے سے متحدین کی فوج بھی آکر جنرل اسٹوارٹ کی فوج سے مل گئی۔

سلطان کا نیرِ اقبال ڈوب چکا تھا۔ اتحادیوں کی چال کامیاب ہوگئی تھی، کیا میدانِ جنگ اور کیا دارالسلطنت ہر جگہ نمک حرام افسراُن کے اشارے پر ناچ رہے تھے۔ میر قمرالدین جس کو کورگ میں جنرل اسٹوارٹ کی پیش قدمی روکنے کے لئے رکھا تھا وہ مصنف "ماڈرن میسور" کے بقول "انگریزی فوج کے پیچھے پیچھے اس طرح آیا کہ گویا وہ بھی بار برداری میں شامل ہے"[16] اسی طرح ایک دوسرے غدار میر قاسم علی[17] بن کچیل سید نورالدین نے جنرل ہیرس کی فوجوں کو رہنمائی کر کے

(بقیہ صفحہ گذشتہ) اس کو میجر ڈالس اور میجر۔ آلسن نے پالکی میں ڈال کر اس کے گھر بھجوانے کی کوشش کی لیکن اس کا راستہ ہی میں انتقال ہوگیا۔ دوسرے دن میجر آلسن اس کے بھائی کے ہمراہ اس کے مکان پر پہنچا تو جو عبرت ناک منظر اس نے دیکھا اسے بیان کرتا ہے۔ "ہم پہلے اس جگہ پہونچے جہاں گذشتہ دن میر معین الدین زخمی پڑا ہوا تھا وہاں اس کی ایک جوتی پڑی ہوئی تھی جس کو اٹھا کر اس کے بھائی نے سینے سے لگالیا اور زار و قطار رونے لگا۔ اس کے بعد ہم اس کے مکان پر گئے۔ مکان کی حالت ناگفتہ بہ تھی۔ گھر رات میں لٹ چکا تھا یہاں تک کہ لوٹنے والوں نے عورتوں اور بچوں کے ساتھ بھی نازیبا سلوک کیا تھا۔ میر معین الدین کی لاش ہمسایہ کے گھر میں رکھی ہوئی تھی، لاش کے قریب ایک ۸ سالہ لڑکا جو معین الدین کا بیٹا تھا اور چند دوسرے رشتہ دار بیٹھے ہوئے رو رہے تھے۔ لاش کو تھوڑی دیر کے بعد اٹھایا گیا اور اسکاٹ کے باغ کے احاطہ میں دفن کر دیا گیا۔" قبر کو توہین سے بچانے کے لئے یہ مشہور کر دیا گیا کہ یہ کسی پیر کی قبر ہے۔ (مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو تاریخ سلطنتِ خداداد میسور صفحات ۲۹۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۱۴، ۳۸۷، ۵۸۸ وغیرہ)

[16] کارنامہ حیدری ص ۹۱۸۔

[17] میر قاسم علی:۔ دیگر میر صاحبان کی طرح یہ بھی عجمی النسل سید تھا۔ تمام عمر سلطانی ملازمت میں گذری۔ اس کا وطنِ مالوف حیدرآباد کی سرحد پر تھا۔ ایک مرتبہ رخصت لے کر اپنے وطن کو روانہ ہوا تو میر صادق اور پورنیا نے سلطان سے شکایت کی کہ اس کے پاس بہت سا سرکاری مال ہے، لیکن تلاشی لینے پر مال برآمد نہیں ہوا اس لئے چھوڑ دیا گیا۔ سلطان کے خلاف اس کے

(باقی بر صفحہ آئندہ)

ہوسہلی کے محفوظ راستہ سے لاکر سرنگا پٹم کے قلعہ کے جنوبی و مغربی گوشہ میں ٹھہرا دیا - یہ گوشہ قلعہ سب سے زیادہ کمزور تھا اور میر قاسم علی جو پہلے یہاں کا قلعدار رہ چکا تھا اِس راز سے واقف تھا[۱۸] - اس نمک حرام نے اسی پر بس نہیں کیا بلکہ ۴ مئی کی آخری لڑائی میں جو اسکی کارگذاری ہے وہ جنرل میڈوز کی زبان سے سنیئے "دوپہر کا وقت تھا - جب حملہ کی تیاریاں مکمل ہوچکیں تو جنرل بیرڈ فوج کو خندقوں سے لے کر نکلا اور دریا پار ہوکر قلعہ کی فصیل پر چڑھا - انگریزی فوج میں جو سب سے آگے تھا وہ جنرل بیرڈ تھا اور اس کی رہنمائی کے لئے اس سے بھی آگے آگے ایک اور شخص تھا اور وہ میر قاسم علی تھا جو قلعہ کی فصیل پر بیرڈ سے بھی پہلے چڑھا"[۱۹]

اب لڑائی کے واقعات کو سمجھنے کے لئے قلعہ سرنگا پٹم کا نقشہ جو ہمرشتہ ہے سامنے رکھیئے - قلعہ کے شمال میں جنرل اسٹوارٹ کی فوجیں اور جنوب کی طرف قلعہ کی جنوبی مغربی گوشہ پر ہوسہلی کے مقام پر ایک گنجان باغ میں جنرل ہیرس کی فوجیں مقیم تھیں - اِس باغ اور قلعہ کی فصیل کے درمیان صرف دریائے کاویری کی جنوبی شاخ اور خندق حائل تھی - دریا پایاب تھا اور اس مقام پر اس کی چوڑائی بہت کم تھی - مصنفِ تاریخِ خداداد میسور نے اس مقام کو بذاتِ خود جاکر دیکھا ہے لکھتا ہے "باغات اب بھی بہت گنجان ہیں یہاں چھپی ہوئی فوج فصیل پر سے نظر نہیں آتی، یہاں پر فصیل بھی کچھ زیادہ اونچی نہیں ہے"[۲۰]

بہرحال قلعہ پر شدت کے ساتھ گولہ باری جاری تھی، سلطان حیران تھا کہ اس کے سردار جا بجا متعین ہیں ان سے کچھ نہیں ہوسکتا - اس نے اُن کے طرزِ عمل سے معلوم کرلیا کہ یہ "گندم نما جو فروش" دشمن سے ملے ہوئے ہیں لیکن یہ مصلحتِ وقت کے خلاف تھا کہ انھیں کوئی سزا دی جاسکے اس نے ۲۴ ذیقعدہ ۱۲۱۳ھ مطابق یکم مئی ۱۷۹۹ء کو فرانسیسی افسران

(بقیہ صفحۂ گذشتہ) دل میں یہ عناد تھا جو اپنے وقت پر رنگ لایا - آخری مرتبہ اپریل ۱۷۹۸ء میں ملازمت سے سبکدوش ہوکر وطن جانے کی اجازت طلب کی تو سلطان شہید نے دربارِ عام میں اس کی خدمات کو سراہتے ہوئے اپنے دستِ خاص سے دو زرین شال، ایک دوپٹہ، ایک مرصع زیور، ایک مرصع تلوار اور سلطانی اصطبل کا ایک گھوڑا مرحمت فرمایا - یہ وہ وقت تھا جبکہ سلطان کے خلاف سازش کا جال بچھ چکا تھا - اور بڑے بڑے تعلقدار، پالیگار اور سردار سازش کے جال میں پھنس چکے تھے - میر قاسم علی کو اپنی سابقہ توہین کا بدلہ لینے کے لئے اس سے اچھا موقع اور کون سا مل سکتا تھا - اس نے الطافِ خسروانہ کا جو بدلہ چکایا وہ اصل متن میں ملاحظہ فرمایئے - (تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو تاریخ سلطنتِ خداداد صفحہ ۲۹۷، ۳۰۶، ۳۹۱ وغیرہ)

[۱۸] تاریخ سلطنتِ خداداد میسور صفحہ ۲۹۷ - [۱۹] ایضاً صفحہ ۲۹۳ - [۲۰] ایضاً صفحہ ۲۹۶

موسیو سپیو اور لالی وغیرہ کو بلا کر مشورہ کیا کہ اب کیا کیا جاوے۔ انھوں نے جواب دیا کہ "موقع کی نزاکت اس امر کی مقتضی ہے کہ آپ زر و جواہر اور بیش قیمت اسباب کو مع خواتین حرم سرا کے لے کر رات کی خموشی میں بہ سبیل یلغار چیلدرگ پہونچ جائیں، دس ہزار سوار اور پانچ ہزار باقاعدہ پیادے مع بیس ضرب توپ اپنے ساتھ لے لیں، قلعہ ہمارے سپرد کردیجئے ہم اپنے خون کے آخری قطرہ تک سرنگاپٹم کی حفاظت کریں گے اور اگر یہ بات منظورِ خاطر نہو تو ہم کو پکڑ کر انگریزوں کے سپرد کردیجئے، وہ ہمارے نکل جانے سے صلح پر آمادہ ہوجائیں گے اس لئے کہ زیادہ تر پرخاش ان کو ہمارے ہی ساتھ ہے[21]۔" سلطان نے اپنی حمیت و غیرت نیز شرافتِ نفس کی بناء پر ان دونوں تجاویز کو نہیں مانا بلکہ اپنی سادہ لوحی کی بناء پر اس مشورہ کا ذکر میر صادق اور پورنیا سے کرکے ان کی رائے طلب کی۔ اور پھر بعض اُمراء سے بھی مشورہ کیا۔ ان غداروں نے یہ سمجھ کر کہ اگر سلطان قلعہ سے باہر نکل گیا تو پھر سازش کامیاب نہیں ہوسکے گی، نہایت ہمدردانہ لہجہ میں عرض کیا کہ" اگر قبلۂ عالم...... باہر تشریف لے جائیں گے تو ہم جاں نثاروں کی ہمتیں ٹوٹ جائیں گی۔ اور شیرازۂ جمعیت قائم نہ رہ سکے گا اس لئے اس وقت یہ عمل شایانِ شان نہیں ہے[22]۔" سلطان شہید نے یہ سُن کر اس کا ارادہ اگر کچھ تھا بھی تو فسخ کردیا۔ اور سرنگاپٹم میں اخیر تک رہنے کا عزم کرکے اپنی حرم سرا کے چاروں طرف خندق کھدوا کر بارود بچھوادی کہ انگریز اگر اندر آجائیں تو حفظِ ناموس کے لئے حرم سرا کو اُڑا دیا جائے۔ سرداروں کو مختلف مقامات پر قلعہ کی حفاظت کے لئے متعین کرکے ایک دستۂ فوج کو دشمن کی رسد روکنے کے لئے روانہ کیا، لیکن "یہاں تو سب سردار ایک دوسرے کے رازدار تھے صحیح تعمیل کسی حکم کی بھی نہیں ہوئی بلکہ یہاں تک غداری ہوئی کہ ۳۰ر اپریل ۱۷۹۹ء اور ۲ر مئی ۱۷۹۹ء کی شب میں لفٹننٹ ہل اور لفٹننٹ لارنس خندق پار کرکے قلعہ میں ہو آئے[23]۔" یہی نہیں بلکہ مقامی روایات پر اگر یقین کیا جائے تو اہلِ نوائط کے گھروں سے انگریزی افسروں کو پلاؤ اور مٹھائی پکا کر بطور تحفہ بھیجی جاتی تھی[24]۔ حقیقتاً سلطان شہید کے نمک حرام عہدے دار یہ چاہتے تھے کہ...... وہ یعنی سلطان ٹیپو اس جنگ میں کام آجائیں چنانچہ قلعۂ سرنگاپٹم پر قبضہ ہونے تک بھی ان کو صحیح خبریں نہیں پہونچائی گئیں اور مقابلہ سے پہلو تہی کرتے رہے[25]۔"

(باقی)

---

[21] تاریخ سلطنتِ خداداد میسور ص ۲۹۸۔ [22] نشانِ حیدری بحوالہ کارنامۂ حیدری ص ۸۰۶ تا ص ۸۲۰، تاریخ سلطنتِ خداداد میسور ص ۳۰۰

[23] تاریخ میسور از کرنل ٹیسن بحوالۂ تاریخ خداداد میسور ص ۳۰۱۔ [24] تاریخ خداداد میسور ص ۳۷۶۔

[25] سوانح نظام علی خاں آف حیدرآباد ص ۲۱۶۔

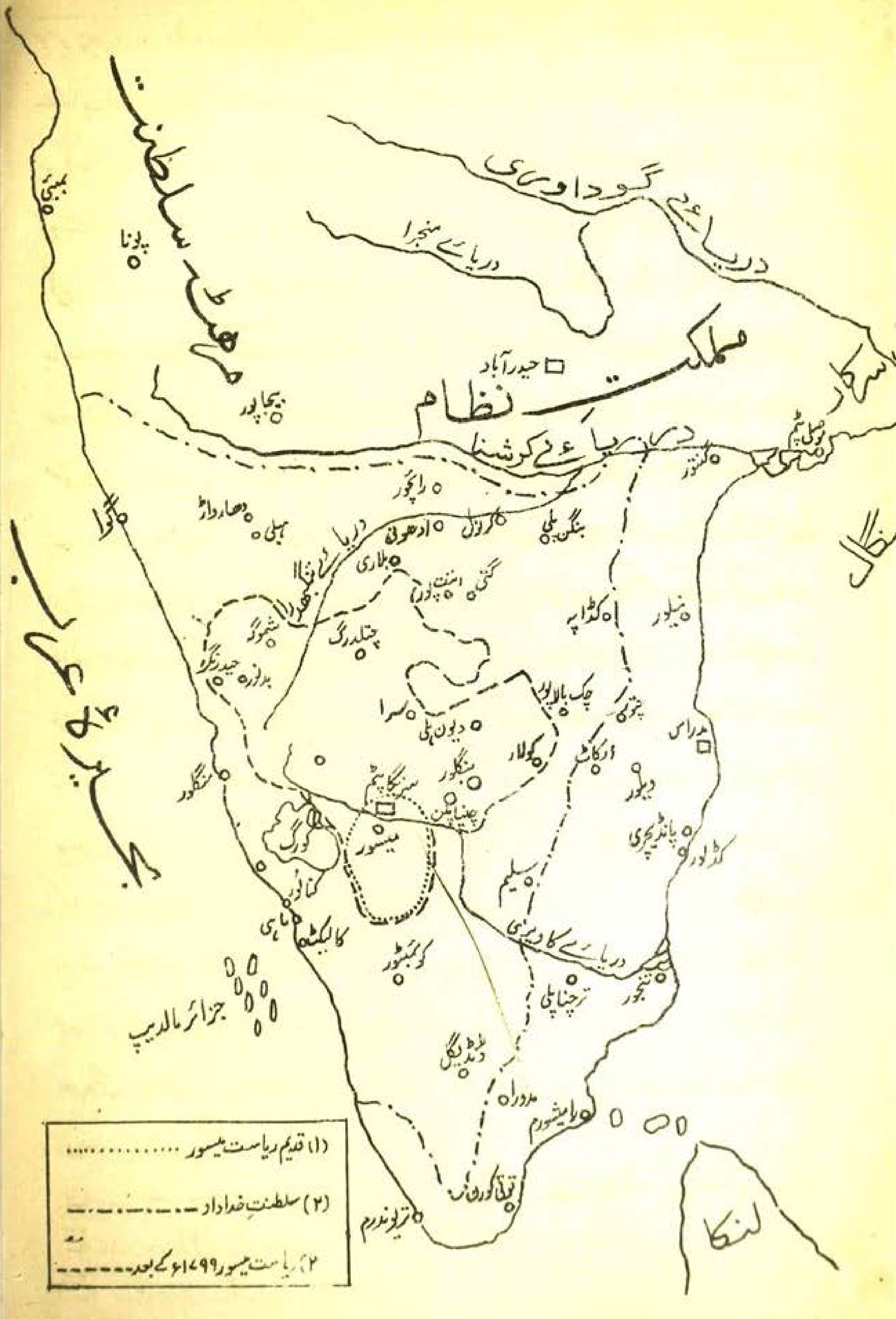
مرہٹہ سلطنت
بمبئی
پونا
دریائے گوداوری
دریائے منجرا
مملکت نظام
حیدرآباد
بیجاپور
دریائے کرشنا
رائچور
دھارواڑ
ہبلی
گوا
بحر عرب
کرنول
ادھونی
بنگن پلی
بلاری
گتی
اننت پور
چتلدرگ
شموگہ
حیدر نگر
کڈاپہ
نیلور
چک بالاپور
سرا
دیون ہلی
کولار
بنگلور
سرنگاپٹم
چناپٹن
میسور
کورگ
منگلور
ارکاٹ
مدراس
ویلور
پانڈیچری
کڈلور
سلیم
کنانور
ماہی
کالیکٹ
کوئمبٹور
دریائے کاویری
تنجور
ترچناپلی
ڈنڈیگل
مدورا
رامیشورم
تنی کورن
ترونندرم
لنکا
جزائر مالدیپ
(۱) قدیم ریاست میسور
(۲) سلطنتِ خداداد
(۳) ریاست میسور ۱۷۹۹ء کے بعد